اعتزال و تشیع

علامہ سید مجتبیٰ حسن صاحب قبلہ کامونپوری

غلط فہمی یا تعصب و تنگ نظری کی وجہ سے بعض مشہور و معروف شیعہ علماء کو معتزلی کہہ دیا گیا ہے یا سواد اعظم کے ائمہ پر تشیع کی تہمت لگائی گئی ہے صرف اس لئے کہ وہ اپنے عقائد کے تحفظ کے ساتھ حضرت علیؑ اور ائمہ اہل بیتؑ سے عقیدت و ارادت رکھتے تھے۔ امام شافعی شکایت کرتے تھے کہ محبت اہل بیتؑ کی وجہ سے مجھ پر رفض کا اتہام کیا جاتا ہے۔ دمشق کے نواصب نے امام نسائی ایسے محدث جلیل کو محبت علیؑ کے جرم میں ہلاک کر دیا۔ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ اور قصائد سبع علویات میں حضرت علیؑ کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے، اس لئے بعض کوتاہ اندیشوں نے ان پر بھی تشیع کا اتہام لگایا ہے۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سرسری طور پر تشیع و اعتزال کے فرق کو واضح کر دیا جائے۔

معتزلہ کے وجود سے بہت پہلے حضرت علیؑ اور ائمہ اہل بیتؑ عقل و دین کے متوازن اتحاد کا اعلان کر رہے تھے۔ توحید و تنزیہ پر حضرت علیؑ نے خصوصی توجہ رکھی۔ آپ کے خطبوں میں صفات الٰہی اور توحید کا بیان نہایت صاف اور مکمل ملتا ہے۔

(توحید صدوق صفحہ ۵۲)

امام زین العابدینؑ کا صحیفۂ کاملہ توحید و تنزیہ کے اسرار سے بھرا ہوا ہے۔

شیعہ، امیر المومنینؑ اور ائمہ اہلبیتؑ کی قیادت میں ابتدا ہی سے غور و فکر اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے تھے۔

جس زمانہ میں عباسی حکومت کی تائید سے اعتزال تیغ برہنہ بنا ہوا تھا، ائمہ اہلبیتؑ کے افاضل تلامذہ حکمت و فلسفہ، عقل و شرح کے پیچیدہ مسائل کی گتھیاں سلجھا رہے تھے اور معتزلہ کے عقل کے استعمال میں افراط کے سیلاب پر بندھ باندھ رہے تھے۔

شیعوں نے عقائد و اصول و فروع میں جو کچھ پایا، وہ قرآن و سنت اور ائمہ اہلبیتؑ سے پایا۔

ہشام بن حکم، مومن طاق، محمد بن مسلم، یونس بن عبدالرحمٰن، ابان بن تغلب، فضل بن شاذان وغیرہ ایک طرف الحاد کے محاذ پر جنگ کر رہے تھے، دوسری طرف معاصر مسلم مکاتبِ خیال کے نظریات کا جائزہ لے رہے تھے، معتزلہ کے افراط اور اشعریت اور سواد اعظم کے محدثین کے جمود و تفریط کے درمیان ایک معتدل راہ کی رہنمائی کر رہے تھے جس میں عقل و شرع دونوں کو ایک دوسرے کا حریف قرار دینے کے بجائے دونوں کو ایک دوسرے کے شارح و مؤید کی حیثیت سے پیش کر رہے تھے۔

اشاعرہ جمود کی وکالت کر رہے تھے، اس لئے وہ معتزلہ کے حملوں کا قابل قبول جواب نہیں دے سکتے تھے۔ شیعہ ہی معتزلہ کے غرورِ عقل کا محاسبہ کر رہے تھے۔ صفات الٰہی، حسن و قبح عقلی، نظریات لطف و اصلح، عصمت انبیاءؑ و ائمہؑ، خلقت جنت و دوزخ، ضبط و اعمال و مسئلہ شفاعت میں شیعوں نے معتزلہ سے خوب ٹکر لی۔

عقل کے احترام اور توحید کے بعض مسائل میں شیعہ و معتزلہ کے جزئی اتحاد و مشابہت کی وجہ سے بعض قدیم مصنفین فرق اور معاصر علماء نے سخت دھوکا کھایا ہے اور یہ بے بنیاد رائے قائم کی ہے کہ اعتزال ہی کی ایک شکل ہے اور شیعوں نے معتزلہ کی تقلید کی ہے۔ ناواقفیت کی وجہ سے ان نامور شیعہ علماء کو معتزلی لکھ دیا گیا جن کی زندگی کا بڑا حصہ معتزلہ کے افکار پر رد و قدح کی نذر ہوا۔

دوسری، تیسری صدی میں اعتزال نے ایک مسلک کی حیثیت حاصل کی، اس سے بہت پہلے تشیع کے حدود اور مسائل متعین ہو چکے تھے۔ تیسری اور چوتھی صدی میں شیعہ اور معتزلہ سے نظریات کی جنگ کا شباب تھا۔ معتزلہ اور اشاعرہ اور سواد اعظم کے محدثین جب ایک دوسرے سے دست و گریبان تھے، شیعہ اعتدال اور مفاہمت کی تلقین کر رہے تھے۔

(امالی شریف مرتضیٰ ۴/۱۰۳)

میں توحید و عدل پر ائمہ و اہلبیتؑ کے ارشادات پڑھے جا سکتے ہیں۔ شیخ مفید، شریف مرتضیٰ اور شیخ طوسی نے معتزلہ و اشاعرہ کے نظریات کی تنقید کی اور ایک بین بین راستے کی طرف بلایا۔

معتزلہ سے دو ایک مسئلہ میں موافقت کے معنی اتباع و تقلید نہیں ہو سکتے۔ بعض مسائل میں اشاعرہ سے بھی شیعوں کا اتحاد ہے۔ اس جزئی اتحاد کی بنا پر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک نے اپنا وجود دوسرے کی تنقید پر قائم کیا ہے؟

شیعوں نے معتزلہ کی طرح صرف عقل پر معیار نہیں رکھا اور شرع کو دوسرا درجہ نہیں دیا اور نہ جمہور کے محدثین کی طرح منقولات کی تشریح کے لئے بھی عقل کی طرف بڑھنا ممنوع قرار دیا۔ شیعوں نے عقل سے وہیں کام لیا جہاں نص نہ تھی یا شرع کے ظاہری معنی عقل کے منافی تھے اور شرع کے کلی و اساسی مقاصد کے خلاف تھے۔ اس وقت بھی نص کو نظر انداز نہیں کیا بلکہ اس کی معقول تاویل کی۔ عقل و نصوص کے اتحاد و امتزاج کا انکشاف شیعوں کا بڑا علمی و دینی کارنامہ ہے۔

اگر وہ مسائل زیر بحث نہ لائے جائیں جو معتزلہ و امامیہ میں معرکہ آرا رہے ہیں اور جن کی فہرست لمبی ہے، صرف معتزل کے اصول خمسہ (۱) توحید (۲) عدل (۳) وعد و وعید (۴) منزلت بین المنزلتین اور (۵) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں دونوں کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ دونوں کے درمیان ان مسائل کی تفصیل میں بھی کلی اتفاق نہیں ہے۔

۱۔ توحید اسلام اور مسلمانوں کی اصل اول ہے۔ معتزلہ اور امامیہ میں کچھ دور تک اس میں اتحاد ہے لیکن زیادہ تفصیلات میں ایک دوسرے سے دور جا پڑتے ہیں۔ امام جعفر صادقؑ فرماتے تھے، اللہ برا کرے معتزلہ کا، یہ توحید چاہتے تھے، الحاد میں مبتلا ہو گئے۔ تشبیہ کا انکار چاہتے تھے لیکن اس کا اثبات کرنے لگے۔

(کنز الفوائد ابوالفتح کراجکی ص ۵۱)

۲ / و ۳۔ نظریۂ عدل میں لفظاً دونوں متفق ہیں لیکن تشریح میں الگ ہو جاتے ہیں۔ معتزلہ کہتے ہیں انسان خود اپنے افعال کا فاعل ہے لیکن وہ تفویض کی حد تک چلے گئے یعنی انسان کو مختار قرار دیا اور نتیجہ میں اللہ کو عاجز و مجبور ٹھہرا لیا۔ (اربعین غزالی)

امامیہ عدل کے قائل ہیں اور یہ عقیدہ ان کے ایمان کا ایک ممتاز رکن ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ انسان اپنے افعال کا ذمہ دار اور موجد تو ہے مگر اس کے افعال کے مبادی و مقدمات (ادراک و قدرت و شوق وغیرہ) کا تعلق فعل الٰہی سے ہے۔ بیشک انسان اپنے افعال کے فعل و ترک پر قادر ہے لیکن اس پر قدرت اور اس کے تمام مبادی مخلوق الٰہی ہیں۔ امام جعفر صادقؑ کی مشہور حدیث (لاجبر ولا تفویض ولکن امر بین امرین) سے یہی وسط مراد ہے۔

۴۔ وعد و وعید۔ وعدہ کے بارے میں دونوں فرقے متحد ہیں کہ خدا نے جو وعدے کئے ہیں وہ حتمی وفا ہوں گے لیکن وعید کے بارے میں دونوں میں اختلاف ہے۔ شیعہ کہتے ہیں شرک کے سوا خدا نے جن جرائم کے سزا کی دھمکی دی ہے، انہیں وہ اپنے تفضّل سے معاف بھی کر سکتا ہے (ان ربك لذو مغفرة للناس علیٰ ظلمهم)۔ (سورۂ رعد آیت ۶)

۵۔ امر معروف و نہی منکر۔ شیعہ کہتے ہیں امر معروف و نہی منکر کا جواب نص قرآن و سنت سے ثابت ہے اور معتزلہ مدعی ہیں کہ ان کا وجوب صرف عقل سے ثابت ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ ان لوگوں کے لئے تشیع و اعتزال کے فرق کے لئے یہ جملے کافی ہوں گے جو غلط فہمی میں مبتلا ہو کر تشیع کو اعتزال کا مقلد سمجھے بیٹھے ہوئے ہیں۔

(سلسلہ اشاعت امامیہ مشن لکھنؤ ۲۷۶ محرم الحرام ۱۳۹۲ھ فروری ۱۹۷۳ء)